امام صاحب ثناء پڑھ کر رکوع میں چلے گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا، تو کیا حکم ہے؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:JTL 0851 تاریخ:03-03-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام صاحب نے مغرب کی پہلی رکعت میں صرف ثناء پڑھی اور رکوع میں چلے گئے، مقتدی نے لقمہ دیا، تو امام صاحب نے رکوع سے واپس آکر قراءت کی، پھر رکوع کیا اور آخر میں سجدہ سہو بھی کیا۔ تو کیا مقتدی و امام کی نماز درست ہو گئی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورت مسئولہ میں مقتدی نے جو لقمہ دیا وہ درست، بر محل اور مفید تھا، لہذا اس لقمے کی وجہ سے نہ اس کی نماز میں کوئی خلل آیا اور نہ ہی اس لقمہ کو لینے کی وجہ سے امام کی نماز میں کوئی خلل آیا، اور سب کی نماز درست ہو گئی۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ امام کو لقمہ دینا در اصل امام سے کلام کرنا ہے اور قیاس کے مطابق لقمے کی ہر صورت میں نماز فاسد ہونی چاہیے، لیکن ہمارے فقہائے کرام نے دو مواقع پر لقمہ دینے کو خلافِ قیاس جائز رکھا ہے۔ وہ دو مواقع یہ ہیں:

(1) ایسا موقع کہ جہاں لقمہ دینا نص سے ثابت ہو، اس موقع پر لقمہ دیا جائے، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

(2) وہ موقع جہاں اصلاحِ نماز کی حاجت ہو یعنی اگر اس موقع پر لقمہ نہ دیا جائے، تو نماز میں خلل یا فساد واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ ایسے موقع پر بھی بوجہ حاجت لقمہ دینے و لینے سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

اس اصول کی مکمل تحقیق و تنقیح امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنے فتاوی میں ذکر کی ہے، اسی میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ”ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قراءت یاذکر مثلاً: تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزا واذکار نماز سے ہیں، مگر معناً کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی توبھولا، اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہیئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیاشک رہا، اگرچہ صورۃً قرآن یاذکر، ولہٰذا اگر نماز میں کسی یحیٰی نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیہ کریمہ ﴿یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ﴾ پڑھی، بالاتفاق نماز جاتی رہی، حالانکہ وہ حقیقۃً قرآن ہے، اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا، اگرچہ بر محل ہو، مفسد نماز ہو کہ جب وہ بلحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہر حال افساد نماز کرے گا، مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے، ہمارے ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بحکم استحسان جس کے اعلی وجوہ سے نص وضرورت ہے جواز کا حکم دیا...." (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ 257، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مزید فرماتے ہیں: "پس جو بتانا حاجت و نص کے مواضع سے جدا ہو، وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اس کے حکم کا کوئی معارض نہیں۔۔۔۔ علامہ ابن امیر الحاج حلبی "حلیہ" میں فرماتے ہیں: "الذی یفتح کانه یقول خذ منی کذا والتعلیم لیس من الصلاۃ فی شیئ وادخال مالیس منها فیها یوجب فسادها وکان قضیة هذا المعنی ان تفسد صلاته اذا فتح علی امامه لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث و للحاجة الی اصلاح صلاۃ نفسه فما عدا ذلک یعمل فیه بقضیة القیاس اھ ملخصا بالمعنی "لقمہ دینے والا گویا کہہ رہا ہوتا ہے کہ "مجھ سے یہ لے لو" اور سکھانا نماز کا حصہ نہیں اور ایسی شے کا نماز میں داخل کرنا جو نماز میں سے نہیں، نماز کے فساد کا سبب ہے۔ اس بات کے پیش نظر ہونا یہی چاہیئے کہ جب امام کو لقمہ دیا جائے، تو بھی نماز فاسد ہو جائے لیکن اس صورت میں نماز کے فساد کا حکم اس لیے جاری نہیں کیا جاتا، کہ احادیث میں اس کی اجازت ہے اور نماز کی اصلاح کی بھی حاجت ہے، البتہ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں قیاس پر عمل کیا جائے گا (یعنی نماز فاسد ہو جائے گی) ملخصاً بالمعنٰی۔(ت)" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ260، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اس اصول کے واضح ہو جانے کے بعد اب اگر ہم سوال کی صورت کو دیکھیں، تو اس صورت میں امام نے فرضوں کی پہلی رکعت میں قراءت بھول کر چھوڑ دی اور رکوع میں چلے گئے، اس سے فی الحال اگرچہ فساد نماز کا حکم نہیں ہوا (لأن الرباعي لا تفسد بترك القراءة في الأولیین إذا وجدت في الأخریین "قاله الامام احمد رضا خان

رحمہ اللہ فی تعلیقاتہ علی الفتاوی الھندیۃ) لیکن یہ ترکِ واجب ہے، کیونکہ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں ہی قراءت کرنا واجب ہوتا ہے، لہٰذا قراءت بھول کر رکوع میں جانے سے سجدہ سہو لازم ہوا، البتہ ایسی صورت میں شرعی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آگیا، مثلا: رکوع میں یاد آگیا، تو وہ نمازی واپس قیام میں آئے اور قراءت کرنے کے بعد دوبارہ رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرلے، چنانچہ

فتح القدیر میں ہے: ”لو تذکر في الرکوع أو بعد الرفع منه یعود فیقرأ في ترك الفاتحة الفاتحة ثم یعید السورة ثم الرکوع فإنهما یرتفضان بالعود إلی قراءة الفاتحة وفي السورة السورة، ثم یعید الرکوع لارتفاضه بالعود إلی ما محله قبله علی التعیین شرعا ویسجد للسهو“ ترجمہ: اگر رکوع میں یا رکوع سے اٹھنے کے بعد یاد آیا، تو وہ لوٹے گا اور فاتحہ ترک کرنے کی صورت میں فاتحہ کی قراءت کرے گا، پھر سورت لوٹائے گا پھر رکوع، کیونکہ یہ دونوں فاتحہ کی قراءت کی طرف لوٹنے سے ختم ہو جاتے ہیں اور سورت ترک کرنے کی صورت میں سورت کی تلاوت کرے گا، پھر رکوع لوٹائے گا کہ جس چیز کا محل رکوع سے پہلے شریعت کی طرف سے متعین ہے، اس کی طرف لوٹنے کی وجہ سے رکوع ختم ہو گیا ہے اور سجدہ سہو کرے گا۔

(فتح القدیر، باب سجود السھو، ج1، ص503، دار الفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”اگر سورۂ فاتحہ پڑھ کر سُورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا، تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کرکے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے۔“

(فتاوی رضویہ، ج8، ص411، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

خلاصہ یہ کہ جو شخص قراءت بھول کر رکوع میں چلا جائے، اس کو حکم شرع یہی ہے کہ وہ قیام کی طرف عود کرے (یعنی لوٹے) اور قراءت کرے، تو یہاں مقتدی نے جو امام کو رکوع میں جانے کے بعد لقمہ دیا، تو وہ اسی عود کی طرف بلایا ہے، جس کا شریعت نے حکم دیا، لہٰذا یہ لقمہ اس اعتبار سے برمحل و مفید ہے، اس لیے اس سے نماز فاسد نہ ہو گی، جیسا کہ فتاوی فقیہ ملت میں ہے:

”**مسئلہ:** اگر مغرب کی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد رکوع میں چلا جائے اور مقتدی لقمہ دے جبکہ پوری جماعت رکوع میں ہے، تو امام کیا کرے؟

الجواب: جن رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے، ان میں اگر صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے، پھر اسے خود یا مقتدی کے لقمہ دینے سے یاد آئے، تو وہ فوراً قیام کی طرف پلٹ آئے اور سورۃ پڑھ کر، پھر رکوع کرے اور بقیہ رکعتوں کو پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر بعد رکوع سجدہ میں یاد آئے، تو قیام کی طرف نہ لوٹے، بلکہ آخر میں صرف سجدہ سہو کرے۔۔۔۔ لہذا صورت مسئولہ میں امام مذکور کو چاہئے کہ مقتدی کے لقمہ دینے پر فوراً قیام کی طرف لوٹ آئے اور امام کی اتباع میں پوری جماعت بھی قیام کی طرف لوٹے اور امام سورۃ پڑھ کر پھر سے رکوع کرے اور بقیہ نماز پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔"

(فتاوی فقیہ ملت، جلد1، صفحہ218، شبیر برادرز، لاھور)

اس کی نظیر وہ مسئلہ بھی ہے کہ قعدہ اولیٰ بھول کر امام قیام کی طرف گیا اور قیام کے قریب ہو گیا، تو اب اگرچہ قیام کے قریب پہنچ جانے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو چکا ہے، لیکن حکم شرع یہی ہے کہ یہاں بھی یاد آ گیا، تو واپس لوٹ کر تشہد پڑھے گا، لہذا امام کے مکمل سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے اگر مقتدی نے لقمہ دیا، تو یہ لقمہ درست ہے، ہاں مکمل سیدھا کھڑا ہونے کے بعد چونکہ لوٹنا جائز نہیں، اس لئے مکمل سیدھا کھڑا ہونے کے بعد مقتدی کا لقمہ دینا محض بے فائدہ و بے جا ہے، جس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

بحر الرائق میں ہے: "ولا يسبح للإمام إذا قام إلى الأخريين لأنه لا يجوز له الرجوع إذا كان إلى القيام أقرب فلم يكن التسبيح مفيدا كذا في البدائع وينبغي فساد الصلاة به ۔۔۔۔ثم رأيته في المجتبى قال ولو قام إلى الثالثة في الظهر قبل أن يقعد فقال المقتدي سبحان الله قيل لا تفسد وعن الكرخي تفسد عندهما اھ" ترجمہ: جب امام (قعدہ اولیٰ بھول کر) آخری دو رکعتوں کی طرف کھڑا ہو، تو مقتدی امام کو لقمہ نہ دے کیونکہ امام جب قیام کے زیادہ قریب ہو جائے، تو اس کے لیے واپس لوٹنا جائز نہیں ہوتا، پس اس موقع پر لقمہ دینا بے فائدہ ہے، اسی طرح بدائع میں ہے، اور اس لقمے کی وجہ سے نماز بھی فاسد ہو جانی چاہیے۔ پھر میں نے مجتبیٰ میں دیکھا کہ اس میں صاحب مجتبیٰ نے فرمایا: اگر امام ظہر کی نماز میں قعدہ اولی میں بیٹھنے سے پہلے ہی تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہوا جس پر مقتدی نے "سبحان اللہ" کہا، تو ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہو گی اور امام کرخی سے منقول ہے کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔

اس مقام پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ حاشیہ منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں: ”قال في النهر أقول: الظاهر أن هذا الاختلاف له التفات إلى آخر هو أنه لو عاد بعد ما كان إلى القيام أقرب ففي فساد صلاته خلاف وعلى عدمه فهو مفيد اهـ. أي وعلى القول بعدم الفساد فالتسبيح مفيد وسيأتي في السهو تصحيح المؤلف القول بعدم الفساد وأنه الحق فما بحثه هنا مبني على خلاف ما سيحققه“ ترجمہ: صاحب نہر الفائق نے فرمایا: ”میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ قیام کے قریب ہونے کے بعد امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو گی یا نہیں ؟ اس اختلاف کی بنیاد ایک دوسرے اختلاف پر ہے اور وہ یہ کہ قیام کے زیادہ قریب ہونے کے بعد واپس لوٹنے کی صورت میں نماز فاسد ہونے والے مسئلے میں اختلاف ہے اور جس قول کے مطابق واپس لوٹنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اس قول کے مطابق اس موقع پر لقمہ دینا یعنی مقتدی کا تسبیح کہنا بھی مفید ہے (لہذا اس سے مقتدی کی نماز بھی فاسد نہیں ہو گی)۔ (علامہ شامی آگے فرماتے ہیں:) صاحب بحر باب السہو میں آگے یہ نقل کریں گے کہ قیام کے زیادہ قریب ہونے کے بعد واپس لوٹنے کی صورت میں نماز فاسد نہ ہونے والا قول ہی صحیح ہے اور یہی حق ہے، لہذا صاحب بحر نے جو یہاں بحث کی ہے (کہ مقتدی کے لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جائے گی) یہ بحث ان کی آنے والی تحقیق کے برخلاف ہے۔ (منحۃ الخالق مع البحر الرائق، ج2، ص8، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اُٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا، تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ بتانا ہی چاہئے، ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پُورا کھڑا ہو جائے، تو اس کے بعد بتانا، جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا، تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا، تو سب کی جائے گی کہ پُورا کھڑا ہو جانے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لیے لوٹنا حرام ہے، تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا، بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلا ضرورت کلام ہوا اور وہ مُفسد نماز ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ج6، ص330، رضا فاونڈیشن، لاھور)

فتاوی فیض الرسول میں اسی طرح کا سوال ہوا، تو اس کے جواب میں فرمایا: ”اگر امام قعدہ اولیٰ بھول کر سیدھا کھڑا ہو گیا، اس کے بعد مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ گیا اور امام کی پیروی میں سب مقتدی بیٹھ گئے، تو کسی کی نماز نہ ہوئی سب کی نماز باطل ہو گئی، اس لیے کہ سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد بیٹھنا گناہ ہے ۔۔۔ لہذا مقتدی نے امرِ ناجائز کے لیے لقمہ دیا، تو اس کی نماز فاسد ہو گئی، پھر امام اس مقتدی کے بتانے سے لوٹا جو نماز سے خارج تھا، تو اس

کی نماز بھی باطل ہوگئی اور مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوگئی۔ **اور اگر ابھی امام سیدھا نہ کھڑا ہوا، تھا، بلکہ کھڑے ہونے کے قریب تھا اور مقتدی کے لقمہ دینے پر بیٹھ گیا، پھر آخر میں سجدہ سہو کیا، توسب لوگوں کی نماز ہوگئی، اس لیے کہ جب سیدھا کھڑا نہ ہو، تو مذہب اصح میں پلٹ آنے کا حکم ہے۔۔۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے، تو بھی مذہب اصح وارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے، مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں۔"**

(فتاوی فیض الرسول، ج1، ص386-87، شبیر برادرز، لاہور)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: "اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا، تو اس کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا، تو بیجا لقمہ دینے کے سبب اس کی نماز اسی وقت جاتی رہی۔ اس لیے کہ سیدھا کھڑے ہونے کے بعد امام کو پلٹنے کا حکم نہیں۔۔۔ اور مقتدی نے اگر ایسے وقت میں لقمہ دیا کہ امام قیام کے قریب تھا یعنی نیچے کا آدھا بدن سیدھا ہو گیا تھا، مگر پیٹھ میں خم باقی تھا یا قعود سے قریب تھا کہ نیچے کا آدھا بدن ابھی سیدھا نہ ہونے پایا تھا، تو ان صورتوں میں امام کو لوٹنے کا حکم ہے، تو بیجا لقمہ نہ ہونے کے سبب مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوئی۔۔۔ الخ"

(فتاوی فقیہ ملت، جلد1، صفحہ218، شبیر برادرز، لاہور)

ان سب جزئیات سے یہ واضح ہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے مکمل قیام سے پہلے لقمہ دینے کی اجازت دی ہے اور خط کشیدہ عبارات سے یہ بھی واضح ہے کہ اس صورت میں فقہائے کرام نے لقمہ کے جائز ہونے کی بنیاد لقمہ کے مفید ہونے کو قرار دیا ہے۔ اور اس محل میں لقمہ دینے کے متعلق امام اہل سنت علیہ الرحمۃ نے ایک اور مقام پر گفتگو کی ہے اور اس گفتگو سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں لقمہ کے مفید ہونے کے اعتبار سے ہی جواز ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"یہاں ایک وہم ہو سکتا تھا کہ تشہد سے بھول کر کھڑے ہونے میں جو وقفہ ہے، یہ معمولی وقفہ ہے اور امام کی بھول پر مقتدی کا مطلع ہونا، پھر لقمہ دینا اور پھر امام کا لقمہ سن کو متنبہ ہونا، ان تینوں باتوں میں کچھ وقت لگ جاتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ لقمہ لے کر غلطی سمجھتے سمجھتے امام قیام تک پہنچ جاتا ہے، یوں کسی کو وہم ہو سکتا تھا کہ اس مقام پر لقمہ دینا مطلقاً عبث (فضول) اور نماز کے فساد کا باعث ہے۔"

اس وہم کا ازالہ کرتے ہوئے امام اہل سنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس وقت لقمہ دیا جائے، اس وقت اس کا مفید ہونا، لقمہ کے جواز کے لیے کافی ہے اور یہاں یہ صورت متوقع، بلکہ واقع بھی ہوتی ہے کہ کبھی امام قیام سے پہلے پہلے لقمہ لے کر واپس آجاتا ہے، لہٰذا یہ لقمہ عبث نہیں، بلکہ مفید ہے۔ فتاوی رضویہ کی متعلقہ عبارت درج ذیل ہے:

"لمتوهم ان يتوهم عدم الجواز ههنا مطلقا كما يتوهم من ظاهر لفظ البدائع لا يسبح للامام اذاقام الى الاخريين حيث لم يفصل والحاوى على الوهم ان المقتدى لا يطلع على قيام الامام بفوره بل يتاخر ذلك عن افاضته فى القيام ولو لحظات كما هو معلوم مشاهد فعند ذلك يسبح ثم الامام لا ينبه بفور مابدأ المقتدى بحرف التسبيح بل يتاخر ولو لحظة ثم هو ربما لا يتذكر بمجرد السماع والتنبه على تنبيهه بل قديحتاج الى شيئ من التامل فهذه ثلث وقفات و الامام اذا نهض نهض ولم يكن فيه تدرج يقتضى مكثا معتدا به فربما لا يتنبه بتسبيحه الابعد مافات وقت العود۔۔۔واذا كان الامر على ماوصفنا لك فعسى ان يتوهم كونه عبثا مطلقا فيحكم بفساد الصلٰوة به على الاطلاق فمست الحاجة الى التصريح بذلك فان المسموع هو كونه مفيدا حين وقوعه وهو كذٰلك فى فور القيام ولربما يرجى العود به بل ربما يقع وهذا حسبه ولا يضره ان تعجل الامام ولم يلتفت كما اذا فتح ولم ياخذ" عبارت کا مفہوم اور خلاصہ اوپر بیان ہوا۔

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 267و268، رضا فاونڈیشن، لاھور)

یہاں کثیر جزئیات نقل کرنے سے مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ قعدہ اولیٰ چھوڑ کر جو شخص قیام کے قریب ہو چکا ہے، اس وقت لقمہ دینے کو جو فقہائے کرام جائز بتاتے ہیں، تو وہاں اس کے جواز کی بنیاد نص کو نہیں بناتے، بلکہ لقمہ کے مفید ہونے کو ہی بناتے ہیں، لہٰذا اس موقع پر لقمہ دینے کا ثبوت اگرچہ نص میں بھی موجود ہے، لیکن یہ اس بات کے منافی نہیں کہ وجہِ جواز لقمہ کے مفید ہونے کو بنایا جائے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض مواقع میں لقمہ دینا اصلاح نماز کے اعتبار سے بھی مفید ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس مقام پر لقمہ دینے کا ثبوت نص میں بھی ہوتا ہے۔ یہ دونوں علتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں، ہاں بعض مواقع ایسے ہوں گے جہاں اصلاح نماز

کے اعتبار سے لقمہ مفید نہ ہو گا، تو ایسے مواقع میں لقمہ دینے کی اجازت فقط نص کی بنیاد پر ہو گی۔

خلاصہ یہ کہ قراءت چھوڑ کر رکوع میں جانے والی صورت، تشہد چھوڑ کر قیام کے قریب ہو جانے والی صورت کے بالکل مشابہ اور دونوں میں لقمہ کے جواز کی وجہ لقمہ کا مفید ہونا ہے۔ اور اول الذکر میں نص کا وارد نہ ہونا مضر نہیں، کیونکہ ثانی الذکر صورت جس کو ہم نے نظیر بنایا، اس میں جوازِ لقمہ کی بنیاد نص پر نہیں رکھی گئی۔

اشکال: شروع میں بیان کیا گیا کہ لقمے کی اجازت دو مواقع پر ہے یعنی نص اور حاجت کے موقع پر۔ اور سوال کی صورت میں لقمہ دینا نص سے تو ثابت نہیں ہے اور یہاں اصلاحِ نماز کی حاجت بھی سمجھ نہیں آتی، کیونکہ امام کو اگر لقمہ نہ بھی دیا جاتا، تو امام یہ قراءت والا فرض، تیسری یا چوتھی رکعت میں بھی ادا کر سکتا تھا، لہٰذا افسادِ نماز کا اندیشہ فی الحال تو کوئی نہیں ہے اور جہاں تک سجدہ سہو کا تعلق ہے، تو بھول کر رکوع میں چلے جانے کی وجہ سے سجدہ سہو، تو واجب ہو چکا ہے اور لقمہ کی وجہ سے اگرچہ امام واپس لوٹ کر قراءت کر لے تب بھی جو سجدہ سہو واجب ہو چکا، وہ تو ختم نہیں ہو گا، لہٰذا جو کچھ ہونا تھا، وہ تو ہو چکا اور اس لقمہ سے اس خلل کا ازالہ ہونا نہیں اور مزید کسی خلل کا اندیشہ نہیں، تو یہ لقمہ محض بلا فائدہ واقع ہوا، اور ایسے لقمے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، جیسا کہ امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ایک اور مسئلے کے متعلق یہی جواب دیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جب امام کو قعدہ اولیٰ میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ سمجھا ہے، تنبیہ کی، تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہو گا یعنی امام قعدہ اولیٰ ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت، بلکہ محض غلط واقع ہوا، تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسد نماز ہوا۔۔۔۔ یا اس کا گمان صحیح تھا، غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدہ اولی میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا، تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب ولزوم سجدہ سہو وہ ہو چکا، اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا، پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی، وہی

سہو کا سہو رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا، اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل وفساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا، نہ خلل آئندہ کا اندیشہ، تو سوا فضول وبے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہٰذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے۔"

(فتاوی رضویه، جلد7، صفحه264، رضافاؤنڈیشن، لاهور)

اس فتوے میں امام اہلسنت نے یہ جو فرمایا کہ: "**جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب ولزوم سجدہ سہو وہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے**" یہی حال صورتِ مسئولہ کا بھی ہے، لہٰذا یہاں بھی لقمہ بلا حاجت ہونے کی وجہ سے فساد نماز کا حکم ہونا چاہیے۔

جواب: ہماری صورتِ مسئولہ میں لقمہ دینا فضول وبے فائدہ ہر گز نہیں، بلکہ مفید ہے اور امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے جس صورت کے متعلق فسادِ نماز کا حکم دیا، وہاں لقمہ فضول وبے فائدہ تھا، اسی فرق کی وجہ سے ہماری صورت مسئولہ میں نماز کے فساد کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔

اس فرق کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جس صورت میں امام اہلسنت نے لقمہ فضول وبے فائدہ قرار دے کر نماز فاسد ہونے کا حکم بیان کیا وہ صورت یہ ہے کہ امام نے التحیات پڑھنے کے فوراً بعد کھڑا ہونا تھا، لیکن اس نے اتنی تاخیر کر دی جس سے سجدہ سہو لازم ہو چکا تھا۔ اب اس موقع پر اگر امام کو لقمہ دیا جائے، تو وہ تاخیر جو ہو چکی وہ تو ختم نہیں ہونی اور اس کے علاوہ بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں ہونا اور لقمہ نہ دینے کی صورت میں اس تاخیر والے خلل کے علاوہ کسی خلل کا اندیشہ بھی نہیں، لہٰذا لقمہ نہ دینے کا حکم دیا گیا۔

اور جہاں تک ہماری صورت کا تعلق ہے، تو اس میں ایک خلل ونقص تو واقع ہو چکا کہ امام قراءت بھول کر رکوع میں چلا گیا اور یوں ترتیب والے واجب میں خلل پیدا ہو چکا، جس کا ازالہ لقمہ دینے سے نہیں ہو سکے گا، اس اعتبار سے تو یہ لقمہ مفید نہیں لیکن ایک دوسرا فائدہ اس لقمے سے ضرور حاصل ہو گا وہ یہ کہ قیام کی طرف واپس لوٹ کر قراءت کا رکن اسی رکعت اور اپنے محل میں ادا کیا جا سکتا ہے، جو بذات خود ایک واجب ہے (جیسا کہ اوپر فتح القدیر وغیرہ کے جزئیات سے گزرا) لہٰذا اس محل میں لقمہ دینا فضول اور بے فائدہ نہیں، بلکہ ایک واجب کی ادائیگی

میں معاون و مفید ہے اور یہ ایسا فائدہ ہے، جو لقمہ دینے سے ہی حاصل ہو گا، لہٰذا اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

اس کی نظیر ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ قعدہ اولیٰ بھول کر جب امام کھڑا ہونے کے قریب ہو چکا تھا، تو اس موقع پر بھی یہی کیفیت تھی کہ سجدہ سہو جو واجب ہو چکا تھا، وہ لقمہ دینے سے ختم نہیں ہونا تھا، لیکن اس لقمہ کو اسی وجہ سے مفید قرار دیا گیا کہ وہاں اس لقمہ کی وجہ سے حکم شرع پر عمل ممکن ہو رہا ہے اور وہ ہے **"قعدہ کی طرف عود کر کے التحیات پڑھنے والا حکم"** اسی وجہ سے صاحب نہر اور علامہ شامی نے فرمایا: "وعلی القول بعدم الفساد فالتسبیح مفید "یعنی جب عود کرنے سے نماز فاسد نہیں ہے، تو عود کی طرف بلانے کے لیے تسبیح کہنا بھی مفید ہے اور یہی بات امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کے کلام سے ہی واضح ہوتی ہے۔

اس توجیہ کے مطابق تمام فتاوی میں توفیق و تطبیق بھی پیدا ہو جاتی ہے، ورنہ اگر قراءت بھول کر رکوع میں چلے جانے کی صورت میں لقمہ دینے کو مفسد قرار دیا جائے، تو اس مسئلے میں اور قعدہ اولیٰ کی طرف بلانے والے مسئلے میں تضاد لازم آئے گا، لہٰذا تحقیق یہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں لقمہ مفید ہونے کی وجہ سے لقمہ کے درست ہونے اور نماز کے فاسد نہ ہونے کا حکم دیا جائے۔

اشکال: امام بھول کر جب رکوع میں چلا گیا، وہ تو بھولا ہوا ہے، اس وجہ سے اس پر تو لوٹنا فی الحال واجب ہی نہیں ہوا اور مقتدی بھی اگر نہ بتائے، تو نماز پھر بھی صحیح ہو سکتی ہے، وہ یوں کہ چھوٹی ہوئی قراءت آخری دو رکعتوں میں سے کسی رکعت میں کر لی جائے اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا جائے، لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ فی الحال مقتدی کا بتانا متعین نہیں ہوا۔

جواب: امام اگرچہ فی الحال بھول پر ہے اور بھول کی وجہ سے اس پر گناہ بھی نہیں، لیکن چونکہ امام کی غلطی سے مقتدی کی نماز پر بھی اثر پڑتا ہے اور مقتدی کو فی الحال یاد بھی ہے، لہٰذا مقتدی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لقمہ دے کر حتی الامکان امام کی نماز ٹھیک کروائے، تاکہ اس کی اپنی نماز بھی ٹھیک رہے، لہٰذا امام کے بھولنے کے باوجود مقتدی کو اپنی نماز کی اصلاح کی حاجت ہے اور نماز کو نقص سے بچانے کے لیے لقمہ دینا ضروری ہے۔

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی درج ذیل عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "اور اگر

غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو، تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے، اگر ایک بتادے اور اس کے بتانے سے کاروائی ہو جائے، سب پر سے واجب اُتر جائے، ورنہ سب گنہگار رہیں گے: ”فان قیل له مصلح اخر وهو سجود السهو فلا یجب الفتح عینا قلت بلی فان ترک الواجب معصیة وان لم یاثم بالسهو و دفع المعصیة واجب ولا یجوز التقریر علیها بناء علی جابر یجرها کما لا یخفی“ (ترجمہ: اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت، بصورتِ سجدہ سہو موجود ہے، تو یہاں لقمہ دینا واجب نہ ہوگا۔ قلت: کیوں نہیں (واجب ہوگا؟)، اس لیے کہ ترک واجب معصیت ہے، اگرچہ سہو کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں، اور معصیت کو دور کرنا واجب ہوتا ہے اور معصیت پر برقرار رکھنا، اس لیے کہ کسی دوسرے جابر سے اس کی تلافی ہو جائے گی، یہ بھی جائز نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔) **(فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ281، رضافاونڈیشن، لاھور)**

ہدایہ میں ہے: ”(وإن فتح على إمامه لم يكن كلاما مفسدا) استحسانا لأنه مضطر إلى إصلاح صلاته فكان هذا من أعمال صلاته معنى“ ترجمہ: اور اگر مقتدی نے اپنے امام کو لقمہ دیا، تو یہ استحساناً مفسد کلام شمار نہ ہوگا، کیونکہ مقتدی اپنی نماز درست کرنے کے لیے لقمہ دینے پر مجبور ہے، لہٰذا یہاں لقمہ دینا معناً اپنی نماز کے اعمال میں سے ہی ہے۔ **(ھدایہ، جلد1، صفحہ62، داراحیاء التراث العربي، بیروت)**

فتاوی رضویہ میں ہے: ”مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لیے بتانے کی حاجت ہے۔“
(فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ258، رضافاونڈیشن، لاھور)

و اللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ساجد عطاری

10 شعبان المعظم 1444ھ/03 مارچ 2023ء

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے